محمد
رسول اللہ ﷺ
نقوشِ سیرت
۲
اللہ سے محبت
حکیم محمد سعید

اللہ کے رسولؐ ، دونوں جہانوں کے سردار ، نورِ مجسّم ، رحمتِ عالمؐ ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی ہمارے لیے بہترین نمونہ اور سب سے اعلا معیار ہے ۔ اچھی اور پاکیزہ زندگی کا اتنا اعلا نمونہ آج تک دُنیا نے نہیں دیکھا ۔

بچو ! اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری زندگی بھی اچھی گزرے اور ہم میں پاکیزہ عادتیں پیدا ہوں ، ہمیں دین و دنیا کی بھلائی نصیب ہو تو ہمیں حضورؐ کی سیرت پر عمل کرنا ہوگا ۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے احکام پر کس طرح عمل کیا ، عبادت کیسے کی ، دوستوں سے کیسے پیش آئے ، دشمنوں کے ساتھ کیا سلوک کیا ، گھر والوں کے ساتھ ، رشتے داروں کے ساتھ ، بچوں کے ساتھ ، یتیموں ، مسکینوں اور محتاجوں کے ساتھ آپؐ کا برتاؤ کیسا تھا ۔ سچائی ، عدل و انصاف ، عفو درگزر ، سخاوت اور شجاعت کے کیسے اعلا معیار آپؐ نے قائم کیے ، اللہ کی راہ میں ثابت قدمی اور اللہ پر بھروسے کی کیسی عظیم مثالیں آپؐ نے دنیا کے سامنے پیش کیں ۔ یہ سب ہمارے لیے

ایک نمونہ ہیں۔

"نقوشِ سیرت" میں ان ہی کی جھلک ہے۔ یہ حضورؐ کی پاک زندگی کے واقعات ہیں۔ ان میں سے ہر واقعہ ہمارے لیے ایک روشن چراغ کی مانند ہے جو ہمیں اس دنیا کی تاریکیوں میں سیدھا راستہ دکھاتا ہے اور ہماری زندگیوں کو سنوارتا ہے۔

اسی جذبے سے میں نے پیارے نبیؐ کی پیاری سیرت کے کچھ واقعات جمع کیے ہیں۔ انھیں پڑھو، ان میں جو تعلیم ہے اسے سمجھو اور اس پر عمل کرو۔ یاد رکھو ہم پر اللہ کی اطاعت کے ساتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی فرض ہے۔

(حکیم محمد سعید)

اللہ سے محبّت

حضورؐ کا اللہ سے تعلق ایسا تھا کہ ہر حالت میں، بیٹھے ہوں یا چلتے ہوں، سوتے ہوں یا جاگتے ہوں، آپؐ اللہ کو یاد کرتے تھے۔ اللہ کے حضور آپؐ اتنی دیر کھڑے رہتے کہ آپؐ کے پاؤں سوج جاتے اور جب آپؐ سے اس کے بارے میں پوچھا جاتا تو فرماتے:

"کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟"

اللہ سے حضورؐ کا تعلق ایک لمحے کے لیے بھی ختم نہ ہوتا۔ رات اور دن کے اکثر اوقات میں آپؐ نماز کے لیے کھڑے ہوجاتے، اللہ سے دعائیں مانگتے اور التجائیں کرتے۔ راتوں کو اٹھ کر جب حضورؐ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اکثر یہ دعا مانگتے:

"اے اللہ ساری تعریف تیرے لیے ہے۔ تو ہی آسمان اور زمین کی سب چیزوں کو قائم رکھنے والا ہے۔ تو آسمان اور زمین کی سب چیزوں کا نور ہے۔ تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے، تو آسمان اور زمین اور اُن کی تمام چیزوں کا مالک ہے۔

"اے اللہ! میں تیرے لیے اسلام لایا، تجھ پر

ایمان لایا، تجھ ہی پر میں نے بھروسہ کیا، تیری ہی
جانب میں نے رجوع کیا، لوگوں سے دشمنی اور محبت
تیرے ہی لیے کی۔ میرے اگلے پچھلے گناہ بخش دے۔
تو ہی سب سے پہلے اور تو ہی سب سے آخر ہے۔
تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں، تمام قوت اور طاقت
کا مالک، اے اللہ! صرف تو ہی ہے۔

آپ سوتے تو اللہ کا ذکر کرتے، سوکر اٹھتے تو اللہ کو یاد کرتے، کھانا کھاتے تو اللہ کا شکر ادا کرتے، پانی پیتے تو اللہ کا شکر ادا کرتے۔ آپ کی مرضی کے مطابق کام ہوجاتا تو فرماتے:

"ساری تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی نعمت
سے اچھے کام پورے ہوتے ہیں۔"

آپ کی مرضی کے خلاف کوئی کام ہوتا تو فرماتے:

"ہر حال میں اللہ کا شکر ہے۔"

اپنے رب کے نام کا ذکر کرو صبح و شام، رات
کو بھی اس کے حضور سجدہ ریز رہو اور رات کے
طویل اوقات میں اس کی تسبیح کرتے رہو۔

(الدھر: ۲۵-۲۶)

اللہ پر بھروسا

حضورؐ کو اللہ پر اس قدر بھروسہ تھا کہ سخت سے سخت اور مشکل سے مشکل حالات میں بھی آپؐ کبھی ہراساں نہیں ہوئے۔ اللہ کی مدد اور اس کی تائید پر آپؐ کو ایسا یقین تھا کہ بڑی سے بڑی کٹھن گھڑی میں آپؐ مایوس نہیں ہوئے، آپؐ کو خوف محسوس نہیں ہوا۔ مکّے میں کافروں نے آپؐ کو ایذائیں پہنچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، آپؐ کو مصیبتوں کا سامنا ہوا، دشمنوں سے سخت مقابلے ہوئے، آپؐ کی جان شدید خطروں میں گھر گئی لیکن آپؐ اللہ پر بھروسہ کیے رہے۔

ہجرت کے موقع پر دشمنوں نے آپؐ کے گھر کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ وہ آپؐ کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے، لیکن آپؐ قطعی پریشان نہ تھے۔ آپؐ نے بڑے اطمینان اور سکون کے ساتھ اپنے چچا زاد بھائی حضرت علیؓ کو اپنی جگہ بستر پر لٹا دیا اور فرمایا:

"تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

پھر آپؐ گھر سے باہر آ گئے اور حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ مکّے سے نکل کر غارِ ثور میں پناہ لی۔ قریش نے جب آپؐ کو

گھر میں نہ پایا تو انتقام کے جوش میں آپؐ کی تلاش میں نکل پڑے۔ قدموں کے نشان دیکھتے دیکھتے ٹھیک اس غار تک پہنچ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ گھبرا کر کہنے لگے:

"یا رسول اللہ! دشمن سر پر آگیا ہے۔ اگر یہ لوگ ذرا جھک کر اپنے پاؤں کی طرف دیکھیں گے تو ہم نظر آجائیں گے۔"

حضورؐ کو تو اللہ پر بھروسہ تھا۔ آپؐ نے پورے سکون و اطمینان کے ساتھ فرمایا:

"فکر نہ کرو، ہمارے ساتھ اللہ ہے۔"

میرا حامی و ناصر وہ اللہ ہے جس نے یہ کتاب (قرآن) نازل کی ہے اور وہ نیک لوگوں کا والی ہے۔

(الاعراف: ۱۹۶)

بچانے والا اللہ ہے

رسول اللہؐ غزوۂ نجد سے واپس آرہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ اس جگہ درختوں کے کئی جھنڈ تھے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ صحابہؓ ان درختوں کے سائے میں اِدھر اُدھر آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے اور سو گئے۔

حضورؐ بھی ایک درخت کے نیچے اکیلے آرام فرما رہے تھے۔ آپؐ کی تلوار درخت کی ایک شاخ سے لٹکی ہوئی تھی۔ اچانک ایک بدّو جو شاید اسی موقع کی تاک میں تھا، چپکے سے آیا اور آپؐ کی تلوار اُتار کر نیام سے نکالی اور آپؐ کے سامنے آگیا۔

آپؐ ہوشیار ہوئے تو دیکھا کہ ایک بدّو ننگی تلوار لیے سر پر کھڑا ہے۔ بدّو نے آپؐ کو ہوشیار دیکھ کر پوچھا:

"اے محمدؐ! بتاؤ اب تمھیں کون بچا سکتا ہے؟"

حضورؐ نے نہایت سکون اور اطمینان سے جواب دیا:

"اللہ"

یہ سُنتے ہی بدّو کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور وہ معافی مانگنے لگا۔

اللہ کا ڈر

ایک مرتبہ عرب کے بدو بڑی تعداد میں مسجد نبوی میں آئے۔ ان کے ہجوم سے رسول اللہؐ دب گئے۔ صحابہؓ نے جلدی سے اٹھ کر ان لوگوں کو ہٹایا۔ حضورؐ مسجد سے نکل کر حضرت عائشہ کے حجرے میں چلے گئے اور آپؐ کو جو تکلیف پہنچی تھی اس پر بے اختیار آپ کی زبان سے ان لوگوں کے حق میں بددعا نکل گئی۔

اسی لمحے آپؐ نے قبلے کی طرف رخ کر کے اپنے دونوں ہاتھ اللہ کی بارگاہ میں اٹھائے اور دعا کی:

"باری تعالیٰ! میں ایک انسان ہوں، اگر تیرے کسی بندے کو مجھ سے تکلیف پہنچے تو مجھے سزا نہ دینا۔"

اللہ کے ڈر سے اکثر آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے۔ اکثر نماز میں آپؐ پر رقت طاری ہوجاتی اور آنسو جاری ہوجاتے۔ ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک بار حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپؐ نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے اور روتے روتے ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔

ایک بار ایک جنازے میں شریک تھے، قبر کھودی جا رہی تھی۔ آپؐ قبر کے کنارے بیٹھ گئے اور آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے۔ پھر آپؐ نے فرمایا:
لوگو! اس دن کے لیے سامان تیار کر رکھو۔"
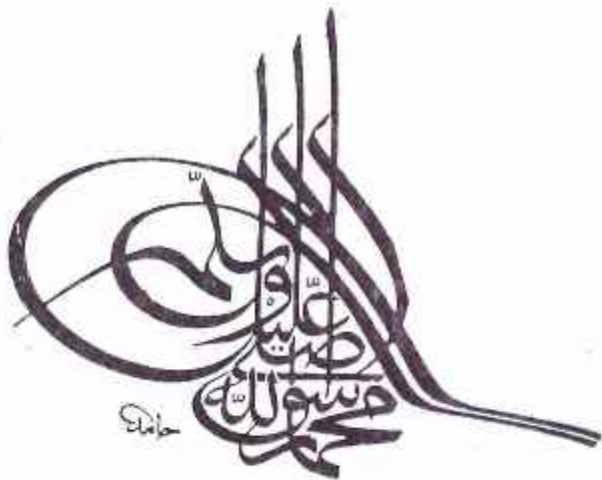
فقر

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ، رسول اللہؐ کے پاس آپؐ کے حجرے میں حاضر ہوئے۔ دیکھا تو حضورؐ ایک چمڑے کے تکیے سے جس میں کھجور کے پتے اور چھال بھری ہوئی تھی، ٹیک لگائے ہوئے ایک کھری چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور آپؐ کے جسم پر چٹائی کے نشان پڑ گئے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے حجرے میں اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی، لیکن تین سوکھے چمڑوں کے سوا اور کچھ سامان نظر نہ آیا۔ ایک طرف تھوڑے سے جو رکھے تھے۔

یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ رو دیے۔

حضورؐ نے پوچھا:

"عمر! کیا بات ہے؟ کیوں روتے ہو؟"

حضرت عمرؓ نے عرض کیا:

"یا رسول اللہؐ! کیوں نہ روؤں! آپؐ کے بدن پر چٹائی کے نشان پڑ گئے ہیں اور آپؐ کے گھر میں جو سامان ہے وہ مجھے نظر آرہا ہے۔ اُدھر قیصر و کسریٰ ہیں جو عیش و آرام سے ہیں، دنیا کے مزے لوٹ رہے ہیں۔ آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور ان سب چیزوں سے بے نیاز ہیں۔"

حضورؐ نے فرمایا:

"اے عمرؓ! کیا تمھیں یہ پسند نہیں کہ ہم آخرت لیں اور وہ دنیا؟"

دُنیا کی لذتیں

رسول اللہؐ کا طریقہ تھا کہ دوپہر کو آپؐ حضرت اَبُو ایُوبؓ انصاری رضؓ کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔ حضرت اَبُو ایُوبؓ حضورؐ کے لیے کچھ دودھ بچا رکھتے تھے اور جب آپؐ تشریف لاتے تو آپؐ کو پیش کر دیتے تھے۔

ایک دن آپؐ اُس وقت حضرت ابو ایوبؓ کے ہاں نہیں گئے جو آپؐ کا معمول تھا۔ حضرت ابو ایوبؓ نے خیال کیا کہ اب حضورؐ تشریف نہیں لائیں گے اور جو دودھ آپؐ کے لیے رکھا تھا وہ اپنے بچوں کو پلا دیا۔

رسول اللہؐ جب کچھ دیر بعد حضرت ابو ایوبؓ کے مکان کی طرف تشریف لے چلے تو راستے میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ مل گئے۔ انھوں نے حضورؐ کو دیکھا تو عرض کیا :

"یا رسول اللہؐ ! آپؐ اس وقت کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟"

حضور نے فرمایا:

"میں ابو ایوبؓ کے گھر جا رہا ہوں۔ وہ میرے لیے کچھ دودھ ہمیشہ بچا کر رکھتے ہیں۔"

حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے عرض کیا:

"یا رسول اللہؐ! ہم بھی بھوکے ہیں اور ہمارے گھروں میں کچھ کھانے کو نہیں ہے۔"

حضورؐ نے فرمایا:

"آؤ میرے ساتھ۔ ہم سب ابو ایوبؓ کے گھر چلتے ہیں۔ وہ میرے لیے جو دودھ بچا کر رکھتے ہیں اُس میں تم بھی شریک ہو جانا۔"

حضورؐ جب حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے گھر پہنچے تو اُن کی بیوی نے عرض کیا:

"یا رسول اللہؐ! ابو ایوبؓ باغ میں چلے گئے ہیں۔ وہ آپؐ کا انتظار کر رہے تھے اور جب آپؐ تشریف نہ لائے تو ہم نے وہ دودھ جو آپؐ کے لیے رکھا تھا، بچوں کو دے دیا۔"

حضورؐ نے ابھی کچھ فرمایا نہ تھا کہ حضرت ابو ایوبؓ دوڑتے ہوئے آئے اور عرض کیا:

"یا رسول اللہؐ! میں آپؐ کا انتظار کر کے باغ میں چلا گیا تھا لیکن وہاں سے برابر اپنے گھر کی طرف دیکھ رہا تھا کہ شاید آپؐ تشریف لے آئیں۔ جب میں نے آپؐ کو آتے دیکھا تو دوڑتا ہوا آیا ہوں۔"

حضورؐ مسکرائے اور فرمایا:

"ابو ایوبؓ! آج تمہارا ایک مہمان نہیں، تین مہمان ہیں جو بھوکے ہیں۔"

ابو ایوبؓ نے عرض کیا:

"میں حاضر ہوں یا رسول اللہ!"

پھر وہ دوڑتے ہوئے اپنے باغ میں گئے۔ وہاں سے کھجوروں کا ایک گچھا توڑ کر لائے وہ پیش کیا۔ پھر ایک بکری ذبح کی۔ اُمّ ایوب نے جلدی جلدی کھانا پکایا اور حضورؐ اور آپؐ کے دونوں صحابہؓ کے سامنے رکھا۔

جب کھانا حضورؐ کے سامنے آیا تو آپؐ کو کچھ یاد آیا۔ آپؐ نے کچھ گوشت لیا، اُسے ایک روٹی پر رکھا اور کسی سے فرمایا:

"جاؤ، اِسے میری بیٹی فاطمہؓ کو دے آؤ۔ اس نے کئی دن سے کچھ نہیں کھایا ہے۔"

اس کے بعد حضورؐ نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اُمّ ایوبؓ نے بڑی محبت سے حضورؐ کے لیے کھانا تیار کیا تھا۔ آپؐ کھانے لگے تو آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

صحابہؓ نے عرض کیا:

"یا رسول اللہؐ! اس قدر بھوک میں کھانے کو دیکھ کر تو ہمیں خوشی ہوئی تھی۔ آپؐ کیوں آبدیدہ ہو گئے؟"

حضورؐ نے فرمایا:

"یہ اس دنیا کی لذتیں ہیں جن کے بارے میں قیامت کے روز ہم سے سوال کیا جائے گا۔"
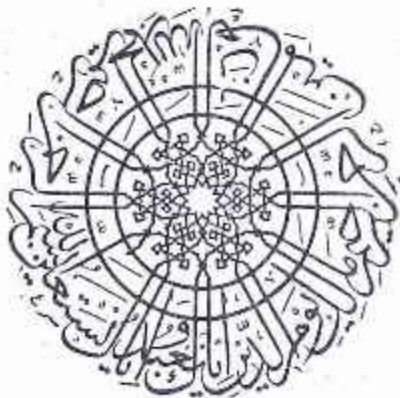
جنگِ خندق کا ایک واقعہ

خندق کی لڑائی کے موقع پر صحابہؓ خندق کھود رہے تھے۔ کھودتے ہوتے ایک بڑا سا پتھر آگیا۔ وہ کسی سے نہ کھودا جاسکا۔ صحابہؓ نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا۔ آپؐ فوراً اُٹھ کر صحابہؓ کے ساتھ اس جگہ آئے اور پتھر کھودنے کے لیے خود کدال ہاتھ میں اٹھالی۔ حال آنکہ شدید بھوک کی وجہ سے آپؐ کے پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے تھے:

آپؐ نے پتھر پر کدال ماری اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔

حضرت جابرؓ حضورؐ کے صحابی تھے۔ وہ آپؐ کی کیفیت دیکھ رہے تھے دوڑے دوڑے گھر گئے اور بیوی سے کہنے لگے:

"میں نے حضورؐ کی وہ حالت دیکھی ہے کہ بے قرار ہوں۔ جلدی بتاؤ گھر میں کچھ کھانے کو ہے؟"

ان کی بیوی نے کہا:

"کچھ جو اور بکری کا ایک بچہ ہے۔"

حضرت جابرؓ نے بکری ذبح کرکے پکانے کو رکھی اور

بیوی نے جو پیس کر آٹا گوندھنا شروع کیا۔
پھر حضرت جابرؓ حضورؐ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا:
"یا رسول اللہ! میرے گھر تشریف لے چلیے، کچھ کھانا حاضر ہے۔ اپنے ساتھ ایک دو آدمیوں کو اور لے چلیے۔"
حضورؐ نے پوچھا:
"کتنا کھانا ہے؟"
حضرت جابرؓ نے بتادیا۔ آپؐ نے کہا:
"جاؤ، اپنی بیوی سے کہہ دو جب تک میں نہ آؤں دیگچی چولھے پر سے نہ اتاریں اور روٹی تنور سے نہ نکالیں۔"
پھر آپؐ سب صحابہؓ کو لے کر چلے۔ حضرت جابرؓ کو بڑی پریشانی ہوئی اور انھوں نے جاکر بیوی کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب صحابہؓ کو لے کر آرہے ہیں۔ وہ بھی پریشان ہوگئیں۔
اتنے میں حضورؐ صحابہؓ کے ساتھ تشریف لے آئے۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ سے کھانا تقسیم کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ سب سیر ہوگئے اور پھر بھی کھانا بچ رہا۔

میدانِ جنگ میں

رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کافروں سے جنگ کے لیے تشریف لے جاتے تو لڑائی کے قاعدوں کے مطابق اپنی فوج ترتیب دیتے، لڑائی کے لیے جس سامان اور ہتھیار کی ضرورت ہوتی جمع فرماتے، آگے پیچھے، دائیں بائیں لڑنے والے دستے مقرر فرماتے، لڑائی کے میدان میں پہنچ کر لشکر کے لیے ایسی مناسب جگہ منتخب فرماتے جہاں سے دشمن سے اچھی طرح مقابلہ کیا جاسکے۔ لیکن آپؐ کو کام یابی کے لیے اصل بھروسہ ان تدبیروں پر نہیں، اللہ کی مدد پر ہوتا۔ آپؐ اللہ ہی کے بھروسے پر لڑتے اور اُسی سے مدد چاہتے۔

بدر کے میدان میں جب زور کی لڑائی ہورہی تھی، مسلمان تعداد میں تھوڑے تھے، ہتھیار بھی کم تھے، کافروں نے جو تعداد میں کہیں زیادہ تھے اور سازو سامان بھی خوب لائے تھے، مسلمانوں پر دباؤ ڈال رہے تھے، اس وقت حضورؐ سجدے میں گر کر اللہ سے دعا مانگ رہے تھے:

"اے اللہ! اپنا وعدہ پورا کر، مسلمانوں کو فتح نصیب فرما۔"

حضرت علیؓ تین دفعہ میدانِ جنگ سے پلٹتے ہیں اور آپؐ کے پاس آتے ہیں مگر ہر دفعہ آپؐ کو اللہ کے حضور سجدے میں پاتے ہیں۔

اُحد کی جنگ میں، خیبر کی لڑائی میں اور حنینؐ کے معرکے میں یہی منظر نظر آتا ہے کہ حضورؐ اللہ سے فتح کی التجا کر رہے ہیں اور مسلمانوں کو اللہ پر بھروسہ کرنے کی ہدایت فرمارہے ہیں۔

بنی مُصطلق کی جنگ میں کافروں سے مقابلہ ہے، دشمن کی فوج سامنے کھڑی ہے، نماز کا وقت آجاتا ہے تو حضورؐ نماز کے لیے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ فوج کا ایک حصہ آپؐ کے پیچھے صفیں باندھ لیتا ہے، دوسرا حصہ دشمن کے مقابلے میں کھڑا رہتا ہے۔ جب یہ نماز ادا کرلیتے ہیں تو وہ حضورؐ کے پیچھے آکر نیت باندھ لیتا ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی یہی ہوتا ہے۔ کافروں کی فوج کا ایک دستہ پہاڑیوں کے پیچھے تاک میں رہتا ہے کہ مسلمان جب نماز کے لیے کھڑے ہوں تو ان پر حملہ کردیا جائے۔ عصر کا وقت آیا تو حضورؐ نماز کے لیے کھڑے ہوگئے۔ صحابہؓ دو حصّوں میں بٹ گئے پہلے ایک نے آپؐ کے پیچھے آکر نماز پڑھی، دوسرا دشمن سے مقابلے کے لیے تیار رہا، جب وہ نماز پڑھ چکا تو دوسرا حصہ نماز کے لیے حاضر ہوگیا۔ صفوں میں یہ تبدیلی ہوتی رہی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح خطروں سے بے پروا ہوکر نماز پڑھاتے رہے چوں کہ آپؐ کو اللہ کی ذات پر بھروسہ تھا، آپؐ اللہ کے پیغمبر تھے۔

نرم مزاجی

مدینے میں بہت سی عورتیں رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوتیں اور آپؐ سے دین کے بارے میں باتیں پوچھتیں۔ چوں کہ حضورؐ کا زیادہ تر وقت صحابہؓ کے ساتھ گزرتا، عورتوں کو آپؐ سے دین کی تعلیم حاصل کرنے کا بہت کم موقع ملتا۔ انھوں نے حضورؐ سے عرض کیا:

"یا رسول اللہ! ہمیں کوئی الگ وقت دیجیے کہ ہم آپؐ سے اپنے مسئلوں پر بات کر سکیں۔"

حضورؐ نے ان کے لیے ایک الگ دن مقرر کر دیا۔

عورتوں کو بعض ایسی باتیں بھی پوچھنا ہوتی تھیں جو وہ شرم کی وجہ سے حضورؐ سے نہیں پوچھ سکتی تھیں۔ ایسی باتیں وہ اُمہات المومنین سے کہہ دیتیں اور وہ حضورؐ سے پوچھ کر انھیں بتا دیتیں۔

اس مجلس میں عورتیں بڑے اطمینان سے حضورؐ سے باتیں کرتیں۔ ایک مرتبہ کچھ عورتیں حضورؐ سے اپنے گھریلو

مسئلوں کے بارے میں اسی طرح بڑھ بڑھ کر باتیں کر رہی تھیں اور حضورؐ شفقت اور مہربانی سے اُن کی باتیں سُن رہے تھے کہ حضرت عمرؓ آگئے۔ حضرت عمرؓ کے آتے ہی عورتیں اُٹھ کر چل دیں۔ اس پر حضورؐ مسکرا دیے۔

حضرت عمرؓ نے حضورؐ کو مسکراتا ہوا دیکھ کر عرض کیا:
"یا رسول اللہؐ! اللہ آپؐ کو ہمیشہ مسکراتا ہوا رکھے، آپؐ کیوں مسکراتے؟"

حضورؐ نے فرمایا: عمرؓ! مجھے ان عورتوں پر تعجب ہوا کہ تمھاری آواز سنتے ہی آڑ میں چھپ گئیں۔"

حضرت عمرؓ اُن عورتوں کی طرف مخاطب ہو کر بولے:
"اے اپنی جان کی دشمنو! مجھ سے ڈرتی ہو اور حضورؐ سے نہیں ڈرتیں۔"

عورتوں نے اندر سے جواب دیا:
"ہاں، تم سخت مزاج ہو اور حضورؐ بہت مہربان اور نرم طبیعت ہیں۔"

ماں سے محبّت

حضورؐ چھے سال کے تھے کہ آپؐ کی والدہ بی بی آمنہ آپؐ کو آپؐ کی پردادی کے خاندان بنی عدی بن نجار سے ملانے کے لیے اُمّ ایمن کے ساتھ مدینے لے گئیں اور ایک مہینہ وہاں رہیں۔ انھوں نے وہ مکان آپؐ کو دکھایا جہاں آپؐ کے والد حضرت عبد اللہ کا انتقال ہوا تھا۔ وہ جگہ بھی دکھائی جہاں اُن کی قبر تھی۔

اس سفر کے واقعات حضورؐ کو بعد میں اچھی طرح یاد رہے۔ ہجرت کے بعد آپؐ جب مدینہ تشریف لے گئے تو صحابہؓ کو اپنے اس سفر کے واقعات سنائے جو آپؐ نے اپنی والدہ کے ساتھ کیا تھا۔ آپؐ اس جگہ کو بھی پہچان گئے جہاں آپؐ نے اس وقت قیام کیا تھا۔ فرمایا کہ میں یہاں انصار کی ایک بچّی اُنیسہ کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔

اس کے بعد جب آپؐ کی والدہ آپؐ کو لے کر مکّے روانہ ہوئیں تو ابواء کے مقام پر ان کا انتقال ہوگیا اور وہ وہیں دفن ہوئیں۔ اُمّ ایمنؓ حضورؐ کو لے کر مکّے آگئیں۔

ابن سعد کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو

وہ جگہ یاد تھی جہاں آپؐ کی والدہ دفن ہوئی تھیں۔ چنانچہ جب حضورؐ صلح حدیبیہ کے موقعے پر مدینے سے مکّے جاتے ہوئے ابواء سے گزرے تو فرمایا:

"اللہ نے محمدؐ کو اپنی ماں کی قبر پر جانے کی اجازت دے دی ہے۔"

پھر آپؐ قبر پر گئے، اسے اپنے ہاتھ سے ٹھیک کیا اور بے اختیار رو دیے۔

حضورؐ کو روتا دیکھ کر صحابہؓ بھی رونے لگے۔ انھوں نے عرض کیا:

"یا رسول اللہؐ! آپ تو رونے کو منع کرتے ہیں!"

حضورؐ نے فرمایا:

"ان کی ممتا یاد آکر مجھے رونا آگیا۔"

بیٹے سے محبّت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے بیٹے ابراہیمؑ جب پیدا ہوئے تو حضورؐ نے دودھ پلانے کے لیے انھیں اُمِّ بُردہ خَولہ کے سپرد کیا۔ وہ مدینہ کی ایک نواحی بستی میں رہتی تھیں۔ حضورؐ اکثر وہاں جاتے، ابراہیم کو گود میں لیتے اور پیار کرتے۔

ابراہیم ابھی دودھ پیتے ہی تھے کہ بیمار ہوگئے۔ حضورؐ کو خبر ہوئی تو آپؐ انھیں دیکھنے گئے۔ اس وقت ابراہیم کی حالت خراب تھی، آخری دم تھا۔ حضورؐ نے انھیں گود میں لے لیا۔ بچّے کی حالت دیکھ کر آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

جب ابراہیم کا انتقال ہوگیا تو رسول اللہؐ نے فرمایا:

"اے ابراہیم! ہم تمھاری موت سے غم گین ہیں۔ آنکھ روتی ہے، دل اُداس ہے لیکن ہم کوئی بات ایسی نہیں کہتے جس سے ہمارا رب ناراض ہوجائے۔"

ابراہیم کو دفنانے اور قبر پر پانی چھڑکنے کے بعد رسول اللہؐ قبر کے سرہانے کھڑے ہوئے اور وہی بات کہی جو پہلے کہی تھی۔ پھر آپؐ نے فرمایا:

"اے میرے بیٹے! قیامت کے دن جب تم سے سوال

ہو تو تم کہنا کہ اللہ میرا رب ہے، اسلام میرا دین ہے اور رسول اللہؐ میرے باپ ہیں۔"

یہ سن کر صحابہؓ رونے لگے۔ ان میں حضرت عمرؓ بھی تھے۔ روتے روتے ان کی چیخیں نکل گئیں۔ اس پر رسول اللہؐ نے ان سے کہا:

"عمر! کیوں روتے ہو؟"

حضرت عمرؓ نے عرض کیا:

"یا رسول اللہؐ! یہ آپؐ کا لڑکا ہے۔ ابھی تو یہ بڑا بھی نہیں ہوا تھا۔ اس نے کچھ کیا بھی نہ تھا۔ فرشتوں کا قلم بھی اس پر نہیں چلا تھا۔ یہ آپؐ جیسے شخص کی طرف سے توحید کی تلقین کا محتاج ہے، تب عمر کا کیا حال ہوگا جو بالغ ہے، فرشتوں کا قلم بھی اس پر چل چکا ہے اور آپؐ جیسا اس کو کوئی تلقین کرنے والا بھی نہیں ہے۔"

جس روز ابراہیمؓ کا انتقال ہوا اس دن سورج کو گہن لگ گیا تھا۔ بعض لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ ابراہیم کے انتقال کی وجہ سے سورج کو گہن لگا ہے۔ حضورؐ نے یہ سنا تو اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور فرمایا:

"سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ کسی کی موت یا زندگی سے ان کو گہن نہیں لگتا۔"

اللہ بندوں سے محبت کرتا ہے

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا۔ اس کے پاس ایک چادر تھی جس میں ایک پرندہ اور اس کے بچے لپٹے ہوئے تھے۔ اس نے آکر حضورؐ سے عرض کیا:

"یا رسول اللہؐ! ایک جھاڑی میں مجھے یہ بچے نظر آئے تو میں نے ان کو اٹھا لیا اور اس چادر میں لپیٹ لیا۔ ان بچوں کی ماں نے یہ دیکھا تو وہ میرے سر پر منڈلانے لگی۔ میں نے چادر ذرا سی کھولی تو وہ فوراً بچوں پر گر پڑی۔"

حضورؐ نے کہا:

"کیا اپنے بچوں کے ساتھ ماں کی اس محبت کو دیکھ کر تمہیں حیرت ہوتی ہے؟ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے، جو محبت اس ماں کو اپنے بچوں کے ساتھ ہے اس سے کہیں زیادہ اللہ کو اپنے بندوں کے ساتھ ہے۔"

اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے

ایک دفعہ رسول اللہؐ ایک لڑائی سے واپس آرہے تھے۔ راستے میں ایک پڑاؤ ملا۔ وہاں کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ مرد بھی تھے، عورتیں بھی اور بچے بھی۔ حضورؐ نے پوچھا، "تم کون لوگ ہو؟" انھوں نے عرض کیا، "ہم مسلمان ہیں۔"

حضورؐ نے وہاں قیام فرمایا۔

ایک عورت چولھا جلا رہی تھی۔ پاس ہی اس کا بچہ بیٹھا تھا۔ جب آگ خوب بھڑک گئی تو وہ بچے کو لے کر حضورؐ کے پاس آئی اور کہنے لگی:

"کیا آپ اللہ کے رسولؐ ہیں؟"

حضورؐ نے فرمایا:

"بے شک۔"

پھر اس نے کہا:

"ایک ماں اپنے بچے پر جتنی مہربان ہے، کیا اللہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان نہیں؟"

حضورؐ نے فرمایا:

"بے شک۔"

وہ عورت بولی:

"ماں تو اپنے بچے کو آگ میں نہیں ڈالتی۔"

اس عورت کے منہ سے یہ بات سن کر حضورؐ رو پڑے۔

پھر سر اٹھا کر فرمایا:

"اللہ اس بندے کو عذاب دے گا جو اللہ سے سرکشی کرتا ہے اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھیراتا ہے۔"

سُرخ اونٹ

نجد سے ایک قافلہ مدینے جارہا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اسلام عرب کے دور و نزدیک علاقوں میں پھیلنا شروع ہوگیا تھا۔ مدینے کے قریب پہنچ کر قافلہ رُک گیا اور وہیں پڑاؤ ڈال دیا۔ قافلے میں عورتیں بھی تھیں اور بچے بھی۔

قافلے میں کچھ اونٹ بکنے والے بھی تھے۔ ان میں ایک اونٹ سرخ رنگ کا بھی تھا۔ قافلے والوں نے ان اونٹوں کو ایک طرف بٹھایا اور خود بھی آرام سے بیٹھ گئے۔

اتنے میں ایک صاحب سفید کپڑے پہنے ہوئے آئے اور آکر سلام علیک کی۔ قافلے والوں نے بھی جواب میں وعلیکم سلام کہا۔ پھر ان صاحب نے اونٹوں کو دیکھا اور اُس سرخ اونٹ کی طرف اشارہ کرکے پوچھا:

"اس اونٹ کی قیمت کیا ہے؟"

قافلے والوں نے قیمت بتادی کہ اتنی کھجوریں۔ اُن صاحب نے کوئی مول تول نہیں کیا اور کہا:

"یہ قیمت مجھے منظور ہے۔"

پھر انھوں نے آگے بڑھ کر اس اونٹ کی مہار پکڑ لی اور اونٹ کو لے کر شہر مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ جب وہ صاحب نظروں سے اوجھل ہوگئے تو اچانک قافلے والوں کو خیال آیا کہ ارے ان صاحب نے قیمت تو دی ہی نہیں اور اونٹ لے کر چلے گئے۔

قافلے والوں نے ایک دوسرے سے پوچھا کہ "بھئی کوئی ان صاحب کو پہچانتا ہے؟" سب نے انکار کیا۔ پھر وہ ایک دوسرے کو الزام دینے لگے کہ بغیر قیمت لیے قیمتی اونٹ ایک انجان آدمی کے حوالے کردیا۔

ابھی ان میں یہ بحث ہو رہی تھی کہ ایک خاتون جنھوں نے پردے میں سے یہ سب ماجرا دیکھا تھا، کہنے لگیں:

"آپ لوگ مطمئن رہیں۔ یہ صاحب جو اونٹ خرید کر لے گئے ہیں کبھی دھوکہ نہیں کرسکتے۔ کیا آپ لوگوں نے اُن کا چہرہ نہیں دیکھا؟۔ کیسا چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔"

قافلے والے خاموش ہوگئے۔

دن گزر گیا اور شام ہوگئی تو ایک شخص قافلے والوں کے پاس آیا اور کہنے لگا:

"رسول اللہؐ نے تمھارے لیے یہ کھجوریں بھیجی ہیں۔ یہ اونٹ کی قیمت ہے جو طے ہوئی تھی۔"

قافلے والے حیران رہ گئے۔ اللہ کے رسولؐ اُن کے

پاس آئے اور چلے گئے اور وہ انھیں نہ پہچان سکے۔ پھر آپؐ نے اونٹ کی قیمت کے ساتھ ساتھ ان کی میزبانی بھی فرمائی۔ ان کے لیے کھانا بھیجا۔

دوسرے دن صبح قافلے والے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے مدینے آئے۔ حضورؐ مسجد نبوی میں خطبہ دے رہے تھے۔ یہ لوگ خاموش بیٹھ گئے۔

اچانک ایک انصاری کی نظر اُن پر پڑی تو اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے:

"یا رسول اللہ! یہ لوگ بنو ثعلبہ کے قبیلے کے ہیں۔ ان کے دادا نے ہمارے خاندان کے ایک آدمی کو قتل کردیا تھا اس کے بدلے میں ان کا ایک آدمی قتل کرادیجیے۔"

حضورؐ نے فرمایا:

"یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ باپ کا بدلہ بیٹے سے نہیں لیا جاسکتا۔"

قافلے والوں نے آپؐ کی دیانت داری اور مہمان نوازی تو پہلے ہی دیکھ لی تھی، آپؐ کا انصاف بھی دیکھ لیا۔

انصاف

بنی مخزوم کی ایک عورت نے جس کا نام فاطمہ تھا مکّے کی فتح کے موقع پر چوری کی۔ اس کے رشتے دار اچھی حیثیت کے لوگ تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کے اعلا خاندان کی ایک عورت کو چوری کے جرم میں ہاتھ کاٹنے کی سزا ہو۔ وہ اس کی سفارش کرنے کے لیے خود حضورؐ کے پاس جانا نہ چاہتے تھے، انھیں اندیشہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بات نہیں مانیں گے چناں چہ انھوں نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو جنھیں حضورؐ عزیز رکھتے تھے اس کام پر آمادہ کیا اور ان سے درخواست کی کہ وہ جاکر حضورؐ سے فاطمہ کا قصور معاف کرادیں۔

حضرت اُسامہ بن زیدؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس عورت کی سفارش کی۔ حضورؐ نے ان کی بات سنی تو آپؐ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ آپؐ نے فرمایا:

"اُسامہ! اللہ کی مقرر کی ہوئی حدوں میں سفارش کرنے آئے ہو؟"

اُسامہ گھبرا اٹھے اور عرض کیا:

"یا رسول اللہ! میں توبہ کرتا ہوں، اللہ سے دعا فرمائیے کہ وہ مجھے معاف کردے۔"

حضورؐ نے فرمایا:

"تم سے پہلی قومیں اسی لیے تباہ ہوئیں کہ جب ان میں سے کوئی حیثیت والا آدمی چوری کرتا تو اس کو معاف کر دیتے لیکن کوئی غریب آدمی ایسا کرتا تو اس کو فوراً سزا دیتے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ کاٹ ڈالتا۔"

عبداللہ کا اونٹ

ایک مرتبہ رسول اللہؐ کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ اور ان کے کم عمر بیٹے عبد اللہ بن عمرؓ بھی حضورؐ کے ساتھ تھے۔ حضورؐ اونٹ پر سفر کر رہے تھے اور یہ دونوں بھی۔ عبد اللہ کا اونٹ کچھ منھ زور تھا، ان کے قابو میں نہیں آرہا تھا۔ جتنا وہ اس کو قابو میں کرتے اتنا ہی وہ اور بے قابو ہو جاتا۔

عبد اللہؓ کا اونٹ زور میں آکر حضورؐ کے اونٹ سے آگے نکل گیا۔ حضرت عمرؓ نے بیٹے کو آواز دی اور کہا:

"چھوٹوں کو بڑوں کے پیچھے رہنا چاہیے۔ رسول اللہؐ سے آگے بڑھ جانا سخت بے ادبی ہے۔"

عبد اللہؓ نے جواب دیا، "میں کیا کروں ابا جان! یہ اونٹ میرے قابو میں نہیں آرہا ہے۔"

حضورؐ باپ بیٹے کی یہ باتیں سن کر مسکرائے اور حضرت عمرؓ سے فرمایا، "عمر! تم یہ اونٹ میرے ہاتھ کیوں نہیں بیچ دیتے؟"

حضرت عمرؓ نے عرض کیا، "یہ اونٹ آپؐ کا ہے یا رسول

اللہ! میرے لیے اس سے بڑھ کر کیا سعادت ہوگی کہ آپ اس ہدیے کو قبول فرمائیں۔"

رسول اللہؐ نے فرمایا:

"نہیں، میں اس کو خریدنا چاہتا ہوں اور تم کو اس کی معقول قیمت دوں گا۔"

حضرت عمرؓ نے اونٹ کی قیمت لینے سے انکار کردیا لیکن حضورؐ نے اصرار کیا۔ آپؐ کے اصرار پر حضرت عمرؓ خاموش ہوگئے اور رقم لے لی۔ اب اونٹ رسول اللہؐ کی ملکیت تھا، اس لیے اس کا رسول اللہؐ کے اونٹ سے آگے نکل جانا بے ادبی نہ تھی۔

جب حضورؐ گھر تشریف لائے تو آپؐ نے عبداللہؓ سے فرمایا:

"یہ اونٹ میں نے تمھیں دیا۔"

عبداللہؓ یہ تحفہ پاکر حیران رہ گئے اور خوش خوش اس اونٹ کو اپنے گھر لے آئے۔

ایثار

ایک شخص رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

"یا رسول اللہ! میں بھوکا ہوں۔"

حضورؐ نے گھر میں دریافت کرایا کہ کچھ کھانے کو ہے۔ معلوم ہوا کہ کچھ نہیں ہے۔ اس پر حضورؐ نے کہا:

"کیا کوئی ہے جو اس شخص کو آج کی رات اپنا مہمان رکھے اور اللہ کی رحمت کا مستحق ہو؟"

یہ سن کر مجلس میں ایک انصاری اٹھے اور عرض کیا:

"یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔"

حضورؐ نے فرمایا:

"جاؤ، اسے لے جاؤ یہ تمھارا مہمان ہے۔"

وہ انصاری اس شخص کو اپنے گھر لے گئے اور اپنی بیوی سے کہنے لگے:

"رسول اللہؐ نے ایک مہمان بھیجا ہے۔ جو کچھ گھر میں ہے لے آؤ۔"

بیوی نے کہا:

"اللہ جانتا ہے گھر میں بچوں کے لیے تھوڑا سا کھانا ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔"

انصاری نے کہا:

کوئی بات نہیں۔ وہی اس مہمان کو کھلا دو۔ چراغ بجھا دو۔ بچے کھانا مانگیں تو انھیں تھپک کر سُلا دینا۔ آج رات ہم خالی پیٹ ہی سو جائیں گے۔

چناں چہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ دوسرے دن جب وہ انصاری رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؐ نے ان کے اس عمل پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔